دُعائے دِل

(غزلیں، نظمیں)

حیدر قریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

Duaey Dil

Poetry By: ***Haider Qureshi***

نام کتاب: **دُعائے دل** (غزلیں، نظمیں)

شاعر: حیدر قریشی

اشاعت اول: ۱۹۹۷ء

تعداد: ۵۰۰

مطبع:

قیمت: ۱۰۰ روپے

انٹرنیٹ ایڈیشن

جنوری ۲۰۱۴ء

ملا ہے ربط انوکھا گناہ سے اس کا

دعائے دل کا تعلق بھی نیم شب سے ہے

انتساب

ابا جی کے نام

یہ آنکھ کے آنسو ہیں کہ ساون کی جھڑی ہے
قابو میں نہیں دل کہ حضوری کی گھڑی ہے

ترتیب

غزلیں

نظمیں

تاثرات

ضروری وضاحت

۱۹۹۱ء میں ''سلگتے خواب'' کی اشاعت کے بعد ۱۹۹۶ء میں میرے دو شعری مجموعے ''عمرِ گریزاں'' اور ''محبت کے پھول'' منظرِ عام پر آئے تھے۔ اور اب ۱۹۹۷ء میں نیا شعری مجموعہ ''دعائے دل'' شائع ہو رہا ہے۔ یکے بعد دیگرے یہ مجموعے آنے کا ایک پس منظر تھا۔

۱۹۹۰ء میں جب میں ''سلگتے خواب'' مرتب کرنے لگا تھا تب میری بیس نظمیں موجود تھیں۔ مگر میں چاہتا تھا کہ میرا پہلا مجموعہ صرف غزلوں پر مشتمل ہو۔ چنانچہ میں نے ۱۹۹۰ء تک کی اپنی شاعری میں سے ۲۰ نظموں کے ساتھ ایک آزاد غزل اور پانچ غزلیں بھی روک لیں۔ غزلیں روکنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ کتاب کی ضخامت ۱۴۴ صفحات تک رہے۔ ۱۹۹۰ء میں مرتب کردہ میرا شعری مجموعہ ''سلگتے خواب'' ۱۹۹۱ء میں شائع ہو گیا۔ ۱۹۹۳ء کے وسط تک میں مزید ۲۰ غزلیں اور پانچ نظمیں کہہ چکا تھا۔ اس دوران ۴۲ ماہیے بھی ہو چکے تھے۔ سو میں نے ۲۵ غزلوں، ایک آزاد غزل، ۲۵ نظموں اور ۴۲ ماہیوں کا مجموعہ ''عمرِ گریزاں'' مرتب کر کے اپنی ناشر کو بھیج دیا۔ یہ شعری مجموعہ ۱۹۹۳ء کے آخر یا ۱۹۹۴ء تک چھپنا تھا لیکن بد قسمتی سے ۱۹۹۶ء میں جا کر شائع ہوا۔ مزید قباحت یہ ہوئی کہ اس میں نہ صرف کتابت کی متعدد غلطیاں موجود تھیں بلکہ کئی مقامات پر اسے میرے اصل مسودہ سے بھی مختلف کر دیا گیا۔

سو یہ سمجھنا چاہیے کہ ''سلگتے خواب'' اور عمرِ گریزاں'' کی شاعری ۱۹۹۳ء تک کی میری کل شاعری ہے۔ ''محبت کے پھول'' میں ''عمرِ گریزاں'' کے ۴۲ ماہیوں سمیت ۲۰۰ ماہیے شامل ہیں۔ یہ باقی ماہیے میں نے ۱۹۹۳ء کے وسط سے لے کر ۱۹۹۷ء کے شروع تک کہے تھے۔

''دعائے دل'' کی شاعری ۱۹۹۳ء کے وسط سے لے کر ۱۹۹۶ء تک کے عرصہ پر محیط ہے۔ یہ مختصر سا مجموعہ اتنی جلدی لانے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اسے شائع کرانا ضروری ہو گیا۔

۱۔ ''عمرِ گریزاں'' کی کتابت کی اغلاط اور بے جا ترامیم کو دور کر کیا غلاط سے پاک نئے ایڈیشن کو لانے کی ضرورت تھی۔

۲۔ ''سلگتے خواب'' کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا تھا۔ اس کے نئے ایڈیشن کو لانے کی ضرورت تھی۔

۳۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۹۶ء تک میری شاعری کی عمر پورے پچیس سال بنتی ہے۔ میں نے سوچا کہ پہلی دو کتابوں کے الگ الگ نئے ایڈیشن چھپوانے کی بجائے ۱۹۹۶ء تک کی شاعری ''دعائے دل'' کے نام سے چھپوا لوں اور پھر چاروں مجموعوں ''سلگتے خواب''، ''عمرِ گریزاں''، ''محبت کے پھول'' اور ''دعائے دل'' کی شاعری ایک ہی جلد میں لے آؤں۔

سو یوں اب جلد ہی اپنی پچیس سالہ شاعری کا مجموعہ ''غزلیں، نظمیں، ماہیے'' چھپوانا چاہتا ہوں۔ دعا کریں کہ ایسا کر سکوں!

حیدر قریشی

شوق جو سود یا زیاں کے تھے
سلسلے وہم اور گماں کے تھے

طُور سے بڑھ کے اپنا حال ہوا
صرف اک بار مَن میں جھانکے تھے

جانے کیسے یہاں چلے آئے
ہم کسی دوسرے جہاں کے تھے

رنگ سارے نظر کا تھے جادو
اور سب ذائقے زباں کے تھے

قسمتوں نے ملا دیا ورنہ
تم کہیں کے تھے، ہم کہاں کے تھے

داستاں گو کی ذات سے اُبھرے
جتنے کردار داستاں کے تھے

آج تو کُھل کے ہنس دیئے حیدؔر
دل کے زخموں کے جتنے ٹانکے تھے

☆☆☆

عشق کی دنیا کے اَن دیکھے نگر رہتے ہیں
عُمر تھوڑی سی ہے اور اِتنے سفر رہتے ہیں

ابھی کچھ اور چکانے ہیں زمانے کے حساب
اِس کے کچھ قرض ابھی تک مِرے سر رہتے ہیں

کبھی سوچا ہی نہیں آپ نے، یہ کون ہیں جو
اپنا گھر ہوتے ہوئے آپ کے گھر رہتے ہیں

شہر اک اور وہاں آپ ہی بَس جاتا ہے
جس جگہ جا کے ترے شہربدر رہتے ہیں

متلاطم ہے ابھی تک مِرے دل کا دریا
اور دریا میں بہت سارے بھنور رہتے ہیں

جسم کا سحر، طلسم آنکھ کا، لب کے منتر
اُس میں بھی کتنے فسوں ساز ہنر رہتے ہیں

چور سا آن چھپا ہے مِرے من میں حیدرؔ
اُس کے سینے میں بھی سوطرح کے ڈر رہتے ہیں

☆☆☆

یہ آنکھ کے آنسو ہیں کہ ساون کی جھڑی ہے
قابو میں نہیں دل کہ حضوری کی گھڑی ہے

ہم نے ترے غم میں کوئی مالا نہیں پہنی
سینہ ہی دَمکتے ہوئے زخموں کی لڑی ہے

خاطر میں مگر پھر بھی کہاں لائے کبھی ہم
کب اہلِ ملامت پہ نہ اُفتاد پڑی ہے

موت آئی ہوئی ہے مجھے لینے کے لئے اور
یہ زندگی پاس اپنے ہی رکھنے پہ اَڑی ہے

ہے زندگی و موت میں اک معرکہ برپا
جیتے کوئی، ہم پر یہی اک رات کڑی ہے

سب گزرے ہوئے پیارے مجھے دِکھنے لگے ہیں
یا سامنے آئینے کی دیوار کھڑی ہے

دیکھو ہمیں، ہم ہنستے ہوئے جانے لگے ہیں
کچھ جان پہ گزری ہے نہ نزع کی تڑی ہے

کیا اور محبت کا یقیں اُن کو دِلائیں
دَم آنکھوں میں اَٹکا ہے نظر اُن پہ گڑی ہے

تشریف تو لے آئے وہ حیدرؔ دمِ رخصت
سو اپنے لئے اتنی عنایت ہی بڑی ہے

☆☆☆

مستی میں جا رہا ہوں
دُھومیں مچا رہا ہوں

دریا ہوں اور اپنی
مَوجیں اُڑا رہا ہوں

نظروں سے گر گئے ہو
دِل سے اُٹھا رہا ہوں

کیسا جَلا گئے ہو
بُجھتا ہی جا رہا ہوں

سو جاؤ نیند بھر کے
خوابوں میں آ رہا ہوں

چوری پکڑ نہ لے وہ
نظریں چُرا رہا ہوں

نا ممکنات حیدرؔ
ممکن بنا رہا ہوں

☆☆☆

آگ اپنے خون سے آخر بجھانی پڑ گئی
کس قدر مہنگی اسے شعلہ بیانی پڑ گئی

صبر کو میرے جو میری بے بسی سمجھے رہا
دیکھ کیسے اُس پہ میری بے زبانی پڑ گئی

ایک مدت سے الگ ہیں جب ہمارے راستے
پھر مِرے قصے میں کیوں تیری کہانی پڑ گئی

تجھ تلک پہنچا ہوں خاصی دیر سے عمرِ کہن
پہلے آنا تھا مگر رہ میں جوانی پڑ گئی

اعتبار اک دوسرے پر کب ہمیں تھا زندگی
جھوٹی مُوٹی دوستی تھی اور نبھانی پڑ گئی

مُشک جیسی کوئی بھی شے کب چھُپانے سے چھپی
آپ کو پھر کس لئے صاحب چھُپانی پڑ گئی

خوف واقف تھے کسی کے پیار سے حیدرؔ مگر
آزمائی چیز پھر سے آزمانی پڑ گئی

☆☆☆

جو دل میں کش مکشِ نیک اور بد نہ رہے
لہو کی لہروں میں پھر کوئی جزر و مد نہ رہے

یہی تذبذب و تشکیک اب سند ٹھہرے
سند سمجھتے تھے جن کو وہ مستند نہ رہے

خدایا اِن پہ بھی اتنی عنایتیں کر دے
کہ حاسدوں کے دلوں میں کہیں حسد نہ رہے

جب اعتماد نہیں ہے تو دوستی کیسی
وہ دشمنی بھی نہیں ہے کہ جو اشد نہ رہے

سپردگی بھی محبت کا ایک رنگ سہی
مزہ ہی کیا رہا جب اس میں رد و کد نہ رہے

ہماری عمر کی یہ آخری محبت ہے
سو اب کے بار محبت کی کوئی حد نہ رہے

یہ بال و پر تو چلو آ گئے نئے حیدرؔ
بلا سے پہلے سے اپنے وہ خال و خد نہ رہے

☆☆☆

کرتا ہے تجھ سے عشق جو ایمان جان کر
کچھ تو لحاظ اس کا مِرے بدگمان کر

تجھ کو خدائے حُسن تو ہم مان ہی چکے
مت اِس سے بڑھ کے حُسن وجوانی پہ مان کر

بڑھ کر ترے نشانے کی زد پہ خود آؤں گا
پہلے نظر کو تیر، بدن کو کمان کر

اپنے نشے میں تنہا بھٹکنے سے فائدہ
خود کو زمیں پہ لا کے مجھے آسمان کر

اپنی ہوا میں کب تلک اڑتا پھرے گا تُو
میرے چراغِ جسم کی جانب بھی دھیان کر

واجب حضورِ حُسن میں ہوتی ہے نذر بھی
اس بارگہ میں پیش تو دل کا جہان کر

کچھ وہ بھی حیدرؔ اب کے بڑے مہربان تھے
کچھ ہم بھی اپنے گھر سے ہی نکلے تھے ٹھان کر

☆☆☆

دشمنِ دل کے جاہ وحشم رہ گئے
اور مِرے ضبط کے بھی بھرم رہ گئے

چار قدموں کا ہے زندگی کا سفر
دو قدم چل چکے، دو قدم رہ گئے

مِٹ گئے تیری تاریخ کے حرف سب
میں نے لکھے جو قصے رَقم رہ گئے

اِس طرح سے سمٹتے گئے فاصلے
تم رہے اور نہ میں، صرف ''ہم'' رہ گئے

جب بھی سوچا ہے تعریف لکھیں تری
اپنے ہاتھوں میں لے کر قلم رہ گئے

دنیا والے تو ہر فیض پاتے رہے
اہلِ دل کے لئے ہّم و غم رہ گئے

زخم حیدرؔ سبھی بھر دیئے وقت نے
یاد لیکن کسی کے ''کرم'' رہ گئے

☆☆☆

ناز و غرور آپ کو تیر و کمان پر
ہم کو بھی اعتماد ہے اپنی اُڑان پر

پاؤں زمیں پہ اُن کے بھی ٹکتے نہیں کہیں
دل کا دماغ بھی ہے اِدھر آسمان پر

یہ سوچ لیجئے پہلے یہ بازارِ عشق ہے
سودا تو مل ہی جائے گا پر نقدِ جان پر

لہجے کی وہ مٹھاس بھی کیا جانے کیا ہوئی
اندر کا زہر آ گیا اُن کی زبان پر

تذلیل تو ہماری فقط اس لئے ہوئی
آئے نہ حرف پھر کبھی جھوٹوں کی شان پر

اب آگے رخ یہ کونسا کرتی ہے اختیار
حیدرؔ یہ منحصر ہے مری داستان پر

☆☆☆

جتنے دل والے تھے، جتنے بانکے تھے
اہلِ ستم نے اک لاٹھی سے ہانکے تھے

کچھ پہلے عشاّق کا ہی اعزاز نہیں
دشتِ جنوں کی خاک تو ہم بھی پھانکے تھے

چاند، ستارے آتے رہتے تھے کتنے
جب تک مجھ میں منظر کاہکشاں کے تھے

اب الزام لگاتے ہو بِک جانے کا
قیمت میری کل تک تم بھی آنکے تھے

کیوں جھوٹی تقدیس کی باتیں کرتے ہو
کچی عمر میں تم بھی تانکے ، جھانکے تھے

آخر آنے تھے اک دن تو جسم تلک
پیارے جتنے روگ تمہاری جاں کے تھے

جرمن احسانات سبھی برحق حیدؔر
فیض مگر کچھ اور ہی دھرتی ماں کے تھے

☆☆☆

(بڑے بیٹے شعیب کے نام)

محبت کا مزہ ہے ہجر میں بے تاب ہونے تک
بہاریں دل کی ہیں دُکھ درد سے سیراب ہونے تک

ابھی کچھ دُھوپ چمکی ہے، ابھی کچھ برف پگھلی ہے
تمہاری عمر کا دریا چڑھے سیلاب ہونے تک

ذرا آنکھیں چھلکنے دو، ابھی شعلے بھڑکنے دو
تم اپنے عشق کے داغوں کی آب وتاب ہونے تک

مناسب ہے کہ کوئی داستاں اپنی بنا ڈالو
نہیں تو سوہنی کا ساتھ دو غرقاب ہونے تک

زمانے کی حقیقت جاننے سے فائدہ؟ ویسے
حقیقت جان لو گے واقفِ احباب ہونے تک

تمہاری نیند میں ہم زندگی اک اور جی لیں گے
ہمیں آنکھوں میں بھر لینا ہمارے خواب ہونے تک

چراغِ نیم شب حیدؔر ابھی جلتے ہی رہنا ہے
سحر ہونے تلک، ظلمت سے فتح یاب ہونے تک

☆☆☆

ذرا دل کے پتھر کو پانی کرو
فقیروں پہ بھی مہربانی کرو

سدا حُسن قائم تمہارا رہے
دلوں پہ سدا حکمرانی کرو

گلابوں کا تحفہ بھی اچھا لگا
لبوں سے بھی کچھ گُل فشانی کرو

ہمیشہ ہی انکار اچھا نہیں
کبھی بات میری بھی مانی کرو

سدا دولتِ حُسن رہتی نہیں
اسے میرے تک آنی جانی کرو

مرے سبز باغوں میں آؤ کبھی
کبھی سیرِ جاں، یار جانی کرو

(ق)

ثبوتِ وفا بھی دکھاؤ اسے
فدا اس پہ باقی جوانی کرو

وہ حیدرؔ بہت بھولی بھالی سی ہے
اُسے تھوڑی تھوڑی سیانی کرو

☆☆☆

درد و غم سے اسے نکھارتا ہے
عشق انسان کو سنوارتا ہے

برف، بادل، ندی، سمندر، اَشک
پانی بھی کتنے روپ دھارتا ہے

باقی جتنی ہے زندگی دل کی
نذر تیری اِسے گزارتا ہے

اُس پہ سارا معاملہ چھوڑا
اب ڈبوتا ہے چاہے تارتا ہے

خود ہی مطعون ہو گیا آخر
جو فقیروں کو طعنے مارتا ہے

میں تو ساحل کی ریت ہوں پیارے
ریت سے کون گھر اُسارتا ہے

مسترد کرکے جھوٹی تاریخیں
وقت خود جھوٹ سچ نتارتا ہے

کس نے اندر کے در سے دی ہے صدا
کون ہے اور کسے پکارتا ہے

اک فرشتہ ہے عشق کا حیدرؔ
مجھ پہ جو شاعری اُتارتا ہے

☆☆☆

تمہارے نام کے ساتھ اپنے نام کا مطلب
وہی جو ہوتا ہے رادھا سے شام کا مطلب

جو اپنی ہجر بھری زندگی گذار گیا
وہ جان لے گا وصالِ دوام کا مطلب

اُسے خبر ہے کہ رُوئے سخن ہے کس جانب
کہاں وہ سمجھے گا میرے کلام کا مطلب

نمازِ عشق تو پروانہ وار ہوتی ہے
پھر اس میں سجدہ، رکوع و قیام کا مطلب

سجایا خانۂ دل جن کے واسطے حیدرؔ
وہی نہ سمجھے مِرے اہتمام کا مطلب

☆☆☆

جب اُس نے خاک اُڑانے کا ارادہ کرلیا ہے
تو ہم نے دل کے صحرا کو کشادہ کرلیا ہے

حدیں وہ کر گیا ہے پار سب جور و ستم کی
سو ہم نے صبر پہلے سے زیادہ کر لیا ہے

نہیں، اس جیسی عیاری تو ممکن ہی نہیں تھی
زمانے سے ذرا بس استفادہ کر لیا ہے

کچھ ایسا ہے کسی کی سرزمینِ دل کا جادو
محبت کا سفر اب پا پیادہ کر لیا ہے

چلو حیدرؔ غنیمت ہے یہ صندل کی مہک بھی
کہ یاروں نے تو لکڑی کا برادہ کر لیا ہے

☆☆☆

اِسی خموشی کو تیرا جواب ہونا ہے
ہمارے صبر نے سیلِ چناب ہونا ہے

خدا کے نام پہ تم نے بہت خدائی کی
تمہارے جبر کا اب احتساب ہونا ہے

خراب کرلی جوانی تمہاری چاہت میں
اب اِس سے بڑھ کے بھلا کیا خراب ہونا ہے

ابھی کچھ اور بھی الزام وہ لگائے گا
پھر اس کے بعد اُسے آب آب ہونا ہے

شمار زخموں کا شاید وہیں پہ ہو پائے
سُنا ہے اگلے جہاں میں حساب ہونا ہے

جو کھولنے لگیں بابِ قبول خود جاکر
اُنہیں دعاؤں کو اب مستجاب ہونا ہے

کئی برس ابھی گذریں گے ہجر کے حیدرؔ
حضورِ مرگ میں تب باریاب ہونا ہے

☆☆☆

صحراؤں کے دامن میں سمندر نہیں رکھا
اب آنکھوں میں ایسا کوئی منظر نہیں رکھا

غم ہو یا خوشی ہو، وہ محبت ہو کہ نفرت
ہم نے کوئی جذبہ بھی چھپا کر نہیں رکھا

دیکھو مجھے اِس حال میں مت چھوڑ کے جانا
دل پر ابھی میں نے کوئی پتھر نہیں رکھا

رہ جائے بھرم یاروں کی خوش قامتیوں کا
خود کو کبھی یاروں کے برابر نہیں رکھا

گو عقل کی ہم فہم و فراست کے ہیں قائل
لیکن اِسے دل کا کبھی افسر نہیں رکھا

انمول رتن بننے سے بے مول ہی اچھے
سر جبر کی سرکار کے در پر نہیں رکھا

لے آئے ہیں ہاتھوں پہ اٹھائے ہوئے حیدرؔ
اوروں کی طرح شانوں پہ یہ سر نہیں رکھا

☆☆☆

آپ کو بھی درپئے آزار ہونا تھا، ہوئے
اور ہم نے زیرِ بارِ یار ہونا تھا، ہوئے

تہمتوں کے اور بہتانوں کے اعزازات کو
جب ہمارے ہی گلے کا ہار ہونا تھا، ہوئے

لاکھ صحرا اور سمندر بچھ گئے تھے راہ میں
اِن فقیروں نے جہاں سے پار ہونا تھا، ہوئے

خواب کی دنیا میں کتنی دیر تک رہتے بھلا
اک نہ اک دن تو ہمیں بیدار ہونا تھا، ہوئے

عشق میں تکریم بھی اپنا مقدر تھی، ہوئی
اور پھر رُسوا سرِ بازار ہونا تھا، ہوئے

یہ بھی آنا تھا مقام آخر تمہاری چاہ میں
ہم نے اپنے آپ سے بے زار ہونا تھا، ہوئے

ذہن و دل کی جنگ میں خاموش رہتے کس طرح
خود سے حیدرؔ برسرِ پیکار ہونا تھا، ہوئے

☆☆☆

حکمرانی کی تمنّا اتنی خود سر ہوگئی
مل نہ پائی بادشاہت، بادشہ گر ہوگئی

انتہائے تیرگی سے ہوگیا سورج طلوع
پیاس اتنی بڑھ گئی کہ خود سمندر ہوگئی

دوستوں کی خیر خواہی کا گُنہ ایسا ہوا
پڑ گیا بھاری گُنہ، نیکی برابر ہوگئی

روکھے پھیکے پَن کی اب عادت بنانی ہے ہمیں
اتنے میٹھے ہوگئے تھے ہم کہ شوگر ہوگئی

ایک حسرت دل کے گھر میں بس گئی ہے آن کر
ایک خواہش جب سے دل کے گھر سے بے گھر ہوگئی

جبر کے کرب و بلا کی خاک میں رُلتی ہوئی
زندگی بھی حضرتِ زینبؓ کی چادر ہوگئی

جب یزیدِ عصر کے لشکر سے باہر آگئے
حُر سے نسبت اپنی بھی تھوڑی سی حیدرؔ ہوگئی

☆☆☆

جس کام میں بھی لگ گیا حد سے گزر گیا
اِتنا ہوا خراب کہ گویا سُدھر گیا

ہونے لگا ہے پیار اُسی جلد باز سے
جوتوں سمیت جو مِرے دل میں اُتر گیا

بیٹھا ہوا تھا چھُپ کے جو اک ڈر کے روپ میں
تم کھُل گئے تو ذہن سے اُس ڈر کا شر گیا

غالبؔ کے بعد آنا تھا اِس کو اِدھر مگر
سیلابِ عشق تو یہیں آ کر ٹھہر گیا

اُس کے کرم نے کی تھیں ذرا یونہی شوخیاں
ہم نے سمجھ لیا کہ دعا سے اثر گیا

''دستار والے'' خود کو بچا کر نکل گئے
ہم ''تنگِ سر'' تھے اس لئے اپنا ہی سر گیا

پریوں کے جمگھٹے میں جو اِندر بنا رہا
عمرِ عزیز! وہ ترا حیدرؔ کدھر گیا

☆☆☆

دکھوں کو جھیل جانا آ گیا ہے
ہمیں بھی مسکرانا آ گیا ہے

سلگتے تھے کبھی چُپ چاپ خود میں
مگر اب جگمگانا آ گیا ہے

نصیبِ عاشقی۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ اکبر!
جبیں تک آستانہ آ گیا ہے

بہت بَن ٹھَن کے اب ملنے لگے ہو
تمھیں دِکھنا، دِکھانا آ گیا ہے

اُٹھا لو تیر اب نظروں کے پیارے
کماں تک خود نشانہ آ گیا ہے

کھِلا پہلے گلاب ایسا بدن اور
اب اُس کو لہلہانا آ گیا ہے

وہ سچ مچ آ گیا ہے دسترس میں
کہ جھولی میں خزانہ آ گیا ہے

مہک جو دے اُٹھے اِس عمر میں بھی
ہمیں وہ گُل کھلانا آ گیا ہے

یہ کس چکر میں حیدؔر پڑ گئے ہو
یہ تم پر کیا زمانہ آ گیا ہے

☆☆☆

ادھیڑ عمر تمناؤں کو جواں کرنا
کسی کا پھر دلِ ناداں کو خوش گماں کرنا

وہ ایک کشتی پہ اپنی رفاقتوں کا سفر
اور اس کا سر کے دوپٹے کو بادباں کرنا

وہ پہلے روکنا اُس ساحلِ مراد کا اور
پھر اس کا خود ہی مجھے خود پہ بیکراں کرنا

وفورِ شوق میں اُس خود سپردگی کے سبب
وہ راہِ عشق میں اِس جان کا زیاں کرنا

وہ اپنا ملنا، وہ خاموشیاں وہ یکجائی
وہ بے زبانوں کو پھراپنا ہم زباں کرنا

وہ اس کے جسم کی دلکش عنایتِ پیہم
وہ دن میں قوسِ قزح، شب میں کہکشاں کرنا

وہ ٹوٹ ٹوٹ کے آنا ہمارا چاہت میں
اور اس کا ویسے ہی وہ چشم مہرباں کرنا

ہوئے ہیں ایک تو اب ایک ہی رہیں دونوں
کسی کو بھی نہ مِرے اپنے درمیاں کرنا

وصالِ یار کا احوال بس کرو حیدرؔ
زیادہ اس سے نہ کچھ اور اب بیاں کرنا

☆☆☆

حالتِ دل کا اُس پہ اثر ہو گیا
وہ مِرا بے خبر، باخبر ہو گیا

کوئی دشتِ جنوں ہے نہ شوقِ جنوں
تو مِرا پیار بھی جسم بھر ہو گیا

کچھ خطا بھی مِری بے ارادہ ہوئی
اور کچھ اُن سے بھی درگزر ہوگیا

وَلولے دل کے پھر سے جواں ہوگئے
نسخہءِ دل لگی کارگر ہو گیا

وسوسے یونہی گھیرے رہے تھے ہمیں
کام ہونا تھا جو بے خطر ہوگیا

جسم سے روح اور روح سے جسم تک
طے محبت کا سارا سفر ہوگیا

منزلِ وصل جیسے ہی طے ہو گئی
قصہء عشق بھی مختصر ہوگیا

☆☆☆

چاہے وہ بال بچوں والی ہے
دل کی منطق مگر نرالی ہے

اب تماشہ تو خود بخود ہوگا
بات خود آپ نے اُچھالی ہے

موت کو چھُو کے دیکھنا ہے ذرا
زندگی اپنی دیکھی بھالی ہے

رُوح میری بھی ہے کھرا سونا
تیری دنیا اگر کٹھالی ہے

دُکھ تو بے شک بہت ہوا لیکن
اُس کی چاہت تو آزما لی ہے

دوستی میری بے مثال ہے تو
دُشمنی بھی مِری مثالی ہے

بیج بویا تھا پیار کا حیدرؔ
لگتا ہے فصل پکنے والی ہے

☆☆☆

تختِ شہی تھے جس کی نظر میں حقیر سے
اُس کے تعلقات ہیں اب ہر امیر سے

آخر لکیر اپنے فقیروں کو کھا گئی
بس اک فقیر بچ گیا ہٹ کر لکیر سے

اب آپ کربلا کوئی بے شک سجایئے
دھوکہ ہم اور کر نہیں سکتے ضمیر سے

عشق اپنے بیچ ہے فقط اک قدرِ مشترک
نسبت مگر کوئی نہیں مجنوںؔ کی ہیرؔ سے

حکمِ رہائی اس کے لئے موت ہی نہ ہو
بہتر ہے پہلے پوچھ لو اپنے اسیر سے

سارے اساتذہ ہیں مجھے محترم مگر
غالبؔ کا معتقد ہوں محبت ہے میرؔ سے

حیدرؔ نئے ادب میں تو گھائل انہیں کا ہوں
رشتہ بہت ہی گہرا ہے آغاؔ وزیر سے

☆☆☆

ہمارے ہونٹوں پہ حرفِ وصال باقی ہے
جواب مل چکا، پھر بھی سوال باقی ہے

یہ ڈھلتی عمر بھی شعلے مِرے بجھا نہ سکی
لہو میں اپنے ابھی اشتعال باقی ہے

تمہارا حُسنِ خدا داد تو نہ رہ پایا
مگر فقیر کا حُسنِ خیال باقی ہے

کچھ اور بڑھ گیا ہے سلسلہ تذبذب کا
یقین ختم ہوا، احتمال باقی ہے

ہم اپنے آپ کو اب تک منا نہیں پائے
بس اک یہی ہے جو کارِ محال باقی ہے

ابھی تو زور ہی ٹوٹا ہے جابروں کا، ابھی
نظامِ جبر کا پورا زوال باقی ہے

منافقت کا ہنر آسکا نہ حیدرؔ کو
ہنروروں میں یہی بے کمال باقی ہے

☆☆☆

یوں حُسنِ ضیا بار کی خیرات عطا کر
جو ختم نہ ہو وَصل کی وہ رات عطا کر

پتھر کا بنا کے، کبھی مُردوں سے اُٹھا کے
اِن رَس بھرے ہونٹوں کے طلسمات عطا کر

کچھ دیتے ہی رہنے میں تری شان ہے پیارے
خوشیاں نہیں دے سکتا تو صدمات عطا کر

اب عمر کا یخ بستہ و ویران سفر ہے
اِس وقت مجھے دھوپ کی برسات عطا کر

موسم کا کرم ہو کوئی اِس سُوکھے شجر پر
ممکن نہیں پھَل، پھُول، تو چل پات عطا کر

اس حُسن کے دربار میں غزلوں کے ذریعے
یونہی مجھے توفیقِ مناجات عطا کر

خواہش تھی کہ اک بار کبھی خود سے بھی ملتے
فرصت کبھی اے گردشِ حالات عطا کر

میرے لئے کافی ہے یہ دنیائے ادب میں
جو دی نہیں اوروں کو وہی بات عطا کر

جو اپنی تجلی سے منور رہے ہر دم
حیدرؔ کو وہی معرفتِ ذات عطا کر

☆☆☆

تھوڑا سا اس لئے ہوں میں سرکار سے پرے
ہر دائرہ ہے نقطۂ پرکار سے پرے

بس روز روز ایسے ہی ملتے رہیں ہمیں
غزلیں بہت سی ہیں ابھی اظہار سے پرے

جذبات میرے آپ سے کچھ مختلف نہ تھے
اب تک رہے ہیں آپ تو بے کار سے پرے

صاحب! ابھی ہم اتنے بھی بوڑھے نہیں ہوئے
ہونے لگیں جو زلف اور رخسار سے پرے

جتنا قریب جانے کی خواہش شدید تھی
اتنا ہی کر دیئے گئے دلدار سے پرے

حیدرؔ کبھی تو ہوں گے کسی در سے فیضیاب
کب تک رہیں گے حُسن کے دربار سے پرے

☆☆☆

چٹان تھا وہ سو اُس میں شرر بھی رہتا تھا
شدید ضرب کا مجھ میں ہنر بھی رہتا تھا

اُسی کے دَم سے ہمیں اعتبارِ حُسن ہوا
دیارِ حُسن میں اک معتبر بھی رہتا تھا

یقین تھا کہ محبت کا پاک جذبہ ہے
مگر لہو میں بہت شور و شر بھی رہتا تھا

کشادہ رکھتا تھا بانہیں وہ میرا دریا دل
پر اُس کے دل میں کہیں اک بھنور بھی رہتا تھا

وہ رونقیں بھی مِرے گھر کو بخشتا تھا مگر
وہ میرے گھر میں کہیں در بدر بھی رہتا تھا

اگرچہ لمبی مسافت کا دَم نہ تھا اُس میں
مگر ہمیشہ مِرا ہم سفر بھی رہتا تھا

وہ منزلوں کا مسافر تھا اور میں رستوں کا
نڈر بھی بنتا تھا، اُس کو حذر بھی رہتا تھا

کسی کے جسم کا جادو جگا دیا جس نے
ہماری پوروں میں ایسا اثر بھی رہتا تھا

یہی خیال بہت ہے اِس عمر میں حیدرؔ
ہماری دُھن میں کوئی بے خبر بھی رہتا تھا

☆☆☆

نکلے تھے جس کے واسطے افلاک چھوڑ کر
جانا کہاں ہے اب اُنہیں یہ خاک چھوڑ کر

دَستار کے وہ پیچ بھی برحق سہی مگر
ہم جاسکے نہ زُلف کی پیچاک چھوڑ کر

اہلِ خرد کو ذوقِ جنوں تو نہیں ملا
لَوٹ آئے بس وہ فہم اور ادراک چھوڑ کر

مٹی کو شکل چاک پہ ملتی ہے، ٹھیک ہے
ملتی ہے شخصیت مگر وہ چاک چھوڑ کر

نادان دشمنوں کو لگاتا نہیں میں منہ
جاتا نہیں ہوں دشمنِ چالاک چھوڑ کر

حیدؔر نگاہِ عشق کا جادُو بھی دیکھ لو
آیا ہے حُسن ناز کا فتراک چھوڑ کر

☆☆☆

دل کی حالت کچھ اضطراری ہے
بے قراری سی بے قراری ہے

کوئی تبدیلی چاہیئے دل کو
کیسی یکسانیت سی طاری ہے

پہلے دیوی بنایا ہے تجھ کو
پھر تری آرتی اُتاری ہے

ہم سزا وارِ وصل ٹھہرے ہیں
غلطی حالانکہ یہ تمہاری ہے

راس آتی نہیں خوشی کوئی
اپنی دُکھ دَرد ہی سے یاری ہے

داؤ پر جو ہمیں لگا بیٹھا
وقت شاید کوئی جواری ہے

ہم نے بھوگا ہے صرف اِسے حیدرؔ
ہم نے کب زندگی گذاری ہے

☆☆☆

اگلی نسلوں میں چلی جائے روانی اپنی
زندگی! ختم نہیں ہوگی کہانی اپنی

اپنے بچپن سے جوانی کے زمانے تک کی
سونپ دی بچوں کو ہر ایک نشانی اپنی

وہی جذبے بھی، دعائیں بھی، تمنائیں بھی
منعکس ہونے لگی عمر دوانی اپنی

وہی ہونٹوں کو نہ تکلیف تکلم دینا
بات کرلینا وہ آنکھوں کی زبانی اپنی

زور برسات کا ٹوٹا تو دھنک سی بکھری
زندگی ہوگئی کچھ اور سہانی اپنی

صورت ابُو کی اُبھر آئی مِرے چہرے میں
دے گئی کیسی خوشی جاتی جوانی اپنی

آج اولاد کے آئینے میں حیدؔر ہم نے
تازہ کرلی ہے ہر اک یاد پرانی اپنی

☆☆☆

دریا کہ نہر میں ہوں
پر اپنی لہر میں ہوں

کہنے کو صرف پل بھر
اور سارے دہر میں ہوں

پتھر کے لوگ سارے
جادو کے شہر میں ہوں

یہ کون مہرباں ہے
یہ کس کے قہر میں ہوں

تریاق بن کے حیدؔر
نفرت کے زہر میں ہوں

☆☆☆

مرجھائے ہوئے پھول کی خوشبو ہے کہ تُو ہے
یہ حُسن کا ٹُوٹا ہوا جادُو ہے کہ تُو ہے

آنکھوں کو یقیں آیا نہیں خود پہ ابھی تک
اک وہم سا پھیلا ہوا ہر سو ہے کہ تُو ہے

مٹنے ہی جو والا ہے ابھی خاک پہ گر کر
پلکوں پہ لرزتا کوئی آنسو ہے کہ تُو ہے

پھر وقت کے برگد کے تلے گیان کی دھن میں
نکلا ہوا گھر سے کوئی سادھو ہے کہ تُو ہے

حیدؔر شبِ یلدا کی سیہ سرد فضا میں
یہ بجھتا، چمکتا ہوا جگنو ہے کہ تُو ہے

☆☆☆

ہم بھی چالاک تھے اور تم بھی جہاں دیدہ تھیں
نیتیں دونوں کی کب دونوں سے پوشیدہ تھیں

وہ نہ اقرار ہی کرتی تھیں نہ تکرار کبھی
جتنی وہ سیدھی تھیں، کچھ اتنی ہی پیچیدہ تھیں

کام جو ہونا تھا وہ دن کے اجالے میں ہوا
ہم پشیماں تھے نہ تم ہی ذرا رنجیدہ تھیں

اور پھر جسم سے ہم روح تلک پہنچے تھے
مرحلے عشق کے تھے، خواہشیں شوریدہ تھیں

آخری بار کا ملنا بھی عجب ملنا تھا
ہم پریشاں، وہ کسی سوچ میں غلطیدہ تھیں

بس ترے بعد ترے غم سے محبت رکھی
سینکڑوں خوشیاں اگرچہ مِری گرویدہ تھیں

جانے کس یاد کے جادو کی گھڑی تھی حیدرؔ
دلِ طرّار کی سب شوخیاں سنجیدہ تھیں

☆☆☆

ہمارا سلسلہ بغداد سے، عرب سے ہے
اور اُس کا سلسلہ چنگیز کے نسب سے ہے

زمیں کے جھوٹے خداؤں سے کچھ نہیں لینا
مِرا معاملہ اب صرف اپنے رب سے ہے

سدا رہا ہے جو درباریوں کے نرغے میں
اُسی کا پالا پڑا ایک بے ادب سے ہے

ملا ہے ربط انوکھا گناہ سے اِس کا
دعائے دل کا تعلق بھی نیم شب سے ہے

یہ کاروبارِ محبت تو فائدہ دے گا
اُسے رسد سے غرض اور مجھے طلب سے ہے

امنڈ رہا ہے سمندر جو پیاس کا اتنا
کچھ اِس کا رشتہ کسی عارض اورلب سے ہے

ہماری بے خبری بھی بجا سہی حیدرؔ
پر اُس کی برہمی بھی تو کسی سبب سے ہے

☆☆☆

روشنی کا استعارہ کر لیا
دل نے ہر آنسو ستارا کر لیا

بے وفا دنیا سے کچھ تو نبھ گئی
ساتھ کیا تھا بس گزارا کر لیا

گلستاں اُس نے کیا تھا آگ کو
ہم نے شبنم کو شرارہ کر لیا

کم نہیں ہم بھی ثمود و عاد سے
کیوں لحاظ آخر ہمارا کر لیا

تیری وحدت سے سمجھ پائے تجھے
اور کثرت میں نظارہ کر لیا

کون ہے پھر اب مِرے دُکھ کا سبب
خواہشوں سے تو کنارا کر لیا

آج حیدؔر موڈ ہی کچھ اور تھا
سو غزل میں استخارہ کر لیا

☆☆☆

نئ شالاط

وہ شہد اور زہر میں گوندھے ہوئے

سوئے ہوئے سارے زمانے جاگ اٹھے ہیں

ہماری داستاں تو داستاں در داستاں کا سلسلہ سا ہے

مگر اس بار لگتا ہے کہانی ہی نرالی ہے

نہ اب وہ آریاؤں کے ہلاکت خیز حملے ہیں

نہ دشتِ قیس ہے، نَے خسرو پرویز کے حیلے

نہ اب تھل کا سفر درپیش، نَے تختِ ہزارہ ہے

نہ اب گجرات کی جانب رواں جانِ بخارا ہے

فقط میں ہوں!

فقط میں ہوں اکیلا' تنہا اپنے آپ سے بچھڑا ہوا

پھر بھی تمہاری سادگی کے حُسن میں یکجا ہوئے جاتے ہیں

لیلیٰ، شیریں، سسی، ہیر اور سوہنی کے سب جلوے

تمہاری آریائی روح جیسے سرزمینِ دل پہ پیہم حملہ آور ہے

مگر یہ کیسے حملے ہیں

مسیحائی کی بھی تاثیر رکھتے ہیں

یہیں تک ہوتا اگر قصہ تو پھر بھی دل کے بچنے کی

کوئی تدبیر ممکن تھی

مگر اب کے ستم یہ ہے

کہ میں اردو کا اک ٹوٹا ہوا شاعر بھی ہوں جاناں!

جو المانی زمیں تک جانے کیسے آن پہنچا ہوں

جو تم تک آن پہنچا ہوں!

دعا

الٰہی!

کعبۂ دل کی طرف نظرِ کرم فرما

کہ اس پر ابرہہ، اک لشکرِ جرّار لے کر چڑھتا آتا ہے

یہ ہاتھی والے اپنی نوکلیسیائی عظمت کے لئے

اِس کعبۂ دل کو بڑا خطرہ سمجھتے ہیں

سو اِس کو ایک ہی ریلے میں

اب پامال کرنے پر تُلے،

چڑھتے ہی آتے ہیں

ادھر میں ابنِ عبدالمطلب بھی، اپنے بابا کی طرح

اس لشکرِ جرّار سے لڑنے کی طاقت ہی نہیں پاتا

مجھے ان ہاتھی والوں سے تو اپنے اونٹ

واپس مانگنے کی بھی نہیں ہمت

خداوندا!

یہ اندھے ظلم کے ہاتھی

یہ جابر۔۔۔۔۔جَور کے ساتھی

حطیمِ دل تلک بھی آن پہنچے ہیں

مِرے مولا!

تجھے معلوم ہے یہ کعبۂ دل تو ترا گھر ہے

سو اپنے گھر کے مالک اپنے گھر کی خود حفاظت کر

اس اندھے ظلم کے عفریت کو

اور جبر کی اس رِیت کو پامال کر ایسے

کہ دنیا پھر ابابیلوں کے ہاتھوں

ہاتھی والوں کی ہلاکت کا نظارہ دیکھ لے مالک!

تاثرات

☆☆میں آپ کی شاعری کا مداح بلکہ دلدادہ ہوں۔**ڈاکٹر وحید قریشی**(لاہور)

....

☆☆حیدر صاحب کے یہاں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں جو روایت اور نئے پن کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اس قسم کے اشعار کہنا آسان نہیں۔**کالی داس گپتا رضا**(بمبئی)

....

☆☆ اُردو شاعری کے بہت سے شعراء کے شعروں سے اُن کی زندگی کے اہم واقعات کا سراغ مل سکتا ہے لیکن میری دانست میں حیدر قریشی اردو کے واحد شاعر ہیں جنھوں نے اپنے بارے میں اپنی شاعری ہی میں بہت کچھ بتا دیا ہے اتنا کچھ کہ اگر کوشش کی جائے تو اُن کی ایک مکمل سوانح عمری مرتب کی جا سکتی ہے۔ **ڈاکٹر شفیق احمد**(بھاول پور)

....

☆☆حیدر قریشی کی شاعری محض نظارے کی شاعری نہیں،شمول کی شاعری ہے۔یہ شمولیتِ غمِ جاناں کی بھی ہو سکتی ہے اور غمِ دوراں کی بھی۔غمِ جاناں کا تعلق محبت سے ہے اور غمِ دوراں کا تعلق مشقت سے۔کتاب کا نام''سلگتے خواب''اور اس کے اندر کا مواد دونوں طرح کی شمولیت کا اعلان کرتا ہے۔اس تیور اور زندہ لہجے کے شاعر کی خو محض تماشہ بین نہیں ہو سکتی۔عصری آگہی کی اصطلاح صحیح معنوں میں اس طرح کی شاعری پر صادق آتی ہے۔**ادیب سھیل**(کراچی)

....

☆☆حیدر قریشی نے بڑی محنت،خلوص اور لگن کے ساتھ اپنا شعری سفر جاری رکھا اور ایک نئی جہت اختیار کی۔ان کے وژن میں وسعت پیدا ہوئی۔۔۔۔مجھے خوشی ہے کہ حیدر قریشی کا شعری سفر رفتار کی منزلیں طے کر رہا ہے۔**انوار فیروز**(راولپنڈی)

....

☆☆میں ایک طویل عرصے سے آپ کی بے پناہ شعری صلاحیتوں کا معترف اور لائق صد رشک علمی فضیلت اور ادبی مقام کا معتقد ہوں۔آپ کی محبت سے میرا دامن معطر ہے۔اردو ماہیے کی

ترویج و اشاعت کے سلسلے میں آپ نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان کا اعجاز ہے کہ اس صنف کی جانب بہت سے ذہین لکھنے والے متوجہ ہو گئے ہیں۔۔۔مجھے آپ کے خیالات سے مکمل اتفاق ہے۔**ڈاکٹر غلام شبیر رانا**(جھنگ)

....

غزالہ طلعت(خان پور)

☆☆حیدر قریشی کی غزل میں اس کے دکھ اور اس کی خوشیوں کا انداز ایسا ہے کہ یہ سب اپنا اپنا سا لگتا ہے۔قاری کے دل میں اس طرح گھر کر لینا حیدر قریشی کی غزل کی کامیابی کا ثبوت ہے۔۔۔حیدر قریشی کی شاعری غزل،نظم اور ماہیا تینوں میں اپنا جادو جگاتی ہے۔اس کی شاعری پڑھتے ہوئے بعض اوقات ایسی کیفیت ہو جاتی جو غالب کے کہنے کے مطابق،میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے،اور جب یہ کیفیت نہیں ہوتی تب اس کی شاعری ویسے ہی سیدھی دل میں اتر جاتی ہے۔ان دو کے سوا کوئی تیسری کیفیت یا حالت حیدر قریشی کی شاعری میں نہیں ہے۔گویا قاری کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہے۔

....

فرحت نسیم ھاشمی(اسلام آباد)

☆☆میرے نزدیک حیدر ایسے شاعر ہیں جو ہر جذبے،ہر درد،ہر غم،ہر کرب،ہر رشتے میں دھڑکتے دل کی ہر کیفیت کو بہت گہرائی کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور پھر اسے لفظوں میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں۔حیدر کی شاعری بظاہر کاغذ پر لکھی گئی ہے مگر یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے پڑھنے والوں کی قلبی سرزمین پر لفظوں اور حرفوں کی ایک بڑی فصل اُگا رہے ہیں،جس میں کھلنے والے مہکتے پھول پڑھنے والوں کے کئی لمحوں کو مہکا دیتے ہیں اور امید کے ایسے در وا کرتے ہیں کہ پڑھنے والا دیر تک اس سحر سے آزاد نہیں ہوتا۔

....

مسعود منور(ناروے)

☆☆ آپ کی ساری غزلیں پڑھ لی ہیں۔ابھی تک نشے میں ہوں۔زندہ باد!۔

....